تھے اللہ نے ان کو اٹھالیا اور دشمنوں پر فوقیت دیدی، تیسرے فرقہ نے وہ بات کہی جو صحیح اور حق ہے کہ وہ نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے بلکہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں سے حفاظت اور رفعت درجہ کے لئے اٹھالیا، یہ لوگ صحیح مؤمن تھے تینوں فرقوں کے ساتھ کچھ عوام لگ گئے اور باہمی نزاع بڑھتے بڑھتے باہم قتال کی نوبت آگئی، اتفاق سے دونوں کافر فرقے مؤمنین پر غالب آگئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنھوں نے اس مؤمن فرقہ کی تائید کی اس طرح انجام کار وہ مؤمن فرقہ بحیثیت حجت ودلیل کے غالب آگیا (مظہری)

اس تفسیر کے مطابق اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا سے .... مؤمنین اُمتِ عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد ہوں گے جو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید وحمایت سے مظفر ومنصور ہوں گے (مظہری) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائیوں میں دو فرقے ہوگئے، ایک عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دے کر مشرک ہوگیا، دوسرا صحیح دین پر قائم رہا جو انکو اللہ کا بندہ اور رسول کہنے کا قائل تھا، پھر ان مشرکین ومؤمنین میں باہم جنگ ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین امتِ عیسیٰ علیہ السلام کو اس امت کے کافروں پر غالب کردیا، مگر مشہور یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذہب میں جہاد وقتال کا حکم نہیں تھا، اس لئے مؤمنین کا قتال کرنا بعید معلوم ہوتا ہے (روح المعانی) مگر اوپر خلاصۂ تفسیر میں اس کے جواب میں اشارہ کردیا گیا ہے کہ اس کا امکان ہے کہ جنگ کی ابتداء کفار نصاریٰ کی طرف سے ہوئی ہو اور مؤمنین مدافعت پر مجبور ہوگئے ہوں، تو یہ جہاد وقتال کے حکم میں نہیں آتا، واللہ اعلم۔

تمّت

سُوْرَۃُ الصَّفِّ بِحَمْدِ اللّٰہِ وَعَوْنِہٖ
لِلْحَادِیْ وَالْعِشْرِیْنَ مِنْ جُمَادَی الْاُوْلٰی
۱۳۹۱ھ یَوْمَ الْخَمِیْسِ وَیَتْلُوْھَا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ
سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ۔

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ اِحْدٰی عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے،

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں بادشاہ پاک ذات

الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ① ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ

زبردست حکمتوں والا، وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ

پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقلمندی

وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ② وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا

اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں، اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی

یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ③ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ

انہی میں کے جو ابھی نہیں ملے انمیں اور وہی ہے زبردست حکمت والا، یہ بڑائی اللہ کی ہے دیتا ہے جس کو

مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ④ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىۃَ

چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے، مثال ان لوگوں کی جن پر لادی توریت

ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ

پھر نہ اٹھائی انھوں نے جیسے مثال گدھے کی کہ پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں ، بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنھوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۵ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

جھٹلایا اللہ کی باتوں کو اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ، تو کہہ اے یہودی

هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

ہونے والو اگر تم کو دعویٰ ہے کہ تم دوست ہو اللہ کے سب لوگوں کے سوائے تو منا لو اپنے مرنے کو

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۶ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۚ

اگر تم سچے ہو ، اور وہ کبھی نہ منائیں گے اپنا مرنا اُن کاموں کی وجہ سے جنکو آگے بھیج چکے ہیں اُنکے ہاتھ

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۷ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ

اور اللہ کو خوب معلوم ہیں سب گنہگار ، تو کہہ موت وہ جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تم سے ضرور

مُلَاقِيكُمْ ۖ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

ملنے والی ہے پھر تم پھیرے جاؤ گے اس چھپے اور کھلے جاننے والے کے پاس پھر جتلاوے گا تم کو

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۸ ع ۸ / ۱۱

جو تم کرتے تھے ،

خُلاصۂ تفسیر

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں (قالاً یا حالاً) اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں ، جو کہ بادشاہ ہے (عیبوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائدِ باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں جن میں سب علومِ ضروریہ دینیہ آگئے) سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے (یعنی شرک وکفر میں اور مراد اکثر ہیں کیونکہ جاہلیت میں بھی بعضے مُوَحِّد تھے، مگر تاہم تکمیلِ ہدایت کے وہ بھی محتاج تھے) اور (علاوہ ان موجودین کے) دوسروں کے لئے بھی (آپ کو مبعوث فرمایا) جو (اسلام لاکر) اُن میں سے ہونے والے ہیں لیکن ہنوز ان میں شامل نہیں ہوئے (خواہ بوجہ اس کے کہ موجود ہیں مگر

۲۸

اسلام نہیں لائے یا بوجہ اس کے کہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے اس میں تمام اُمت قیامت تک عربی وعجمی سب آگئے اور ان کو منہم اس لئے فرمایا کیونکہ مسلمان سب رشتۂ اسلام میں منسلک اور متحد ہیں کذا فی الخازن) اور وہ زبردست حکمت والا ہے (کہ اپنی قدرت اور حکمت سے ایسا نبی بھیجا اور پہلی آیت میں فی نفسہٖ ان صفات کا اثبات مقصود تھا پس تکرار نہ رہا اور) یہ (رسول کے ذریعہ سے ضلال سے نکل کر کتاب وحکمت وہدایت کی طرف آنا) خدا کا فضل ہے وہ فضل جس کو چاہتا ہے دیدیتا ہے ، اور اللہ بڑے فضل والا ہے، (اگر سب کو بھی عنایت کرے تو وسعت ہے، مگر وہ اپنی حکمت سے جس کو چاہے تخصیص فرماتا ہے ، اور جس کو چاہے بے بہرہ رکھتا ہے ، جیسا کہ اوپر اُمیّین کے ایمان لانے سے اور آئندہ کی آیت میں علماء یہود کے ایمان نہ لانے سے یہ امر ظاہر ہے ، آگے بعض تکملۂ بحثِ رسالت کی تقبیح ہے کہ) جن لوگوں کو توراۃ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انھوں نے اس پر عمل نہیں کیا اُن کی حالت اُس گدھے کی سی حالت ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے (مگر ان کتب کے نفع سے محروم ہے ، اسی طرح اصل مقصود اور نفعِ علم کا عمل ہے ، جب یہ نہ ہوا اور صرف تحصیل وحفظِ علم میں تعب ہوا تو بالکل ایسی ہی مثال ہوگئی اور گدھے کی تخصیص اس لئے کہ وہ جانوروں میں بیوقوف مشہور ہے تو اس میں زیادہ تنفیر ہوگئی غرض) ان لوگوں کی بُری حالت ہے ، جنھوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا (جیسے یہ یہود ہیں) اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیا کرتا (کیونکہ جان کر عناد کرتے ہیں اور اگر ہدایت ہوگی تو بعد ترکِ عناد کے ہوگی اور توراۃ پر عمل کرنے کے لوازم میں سے ہے ایمان لانا آنحضرت پر جیسا کہ اس میں حکم ہے ، پس ایمان نہ لانا مستلزم ہے ترکِ عمل بالتوراۃ کو اور اگر یہ لوگ یہ کہیں کہ ہم باوجود اس حالت کے بھی اللہ کے مقبول ہیں تو) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اے یہودیو اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم بلا شرکتِ غیرے اللہ کے مقبول (محبوب) ہو تو تم (اس کی تصدیق کے لئے ذرا) موت کی تمنا کر (کے دکھلا) دو اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو اور (ہم پہلے ہی یہ کہہ دیتے ہیں کہ) وہ (خاص مدعی) کبھی اس (موت) کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوفِ سزا) ان اعمالِ (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے حال) کی (جب تاریخ مقدر کی آوے گی ، فردِ قراردادِ جرم سنا کر سزا کا حکم کر دیا جائے گا اور اس وعدۂ سزا کی تاکید کیلئے) آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو (اور اس کی تمنا باوجود دعویٰ ولایت کے اس لئے نہیں کرتے ہو کہ سزا بھگتنا ہوگی) وہ (موت ایک روز) تم کو آ پکڑے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے (خدا) کے پاس لے جائے جاؤ گے پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام بتلا دے گا (اور سزا دے گا)۔

مَعارف ومَسائل

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ، قرآن کریم کی جو سورتیں سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ سے شروع

ہوتی ہیں اُن کو مسبحات کہا جاتا ہے، اُن سب میں تمام زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کیلئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوانی ثابت کی گئی ہے، یہ تسبیح حالی یعنی بزبان حال تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا ذرہ ذرہ اپنے صانع حکیم کی حکمت و قدرت پر گواہی دیتا ہے یہی اس کی تسبیح ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ ہر چیز اپنے اپنے طرز میں حقیقی تسبیح کرتی ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ شعور و ادراک اللہ تعالیٰ نے ہر شجر و حجر اور ہر چیز میں اس کے حوصلے کے مطابق رکھا ہے اس عقل و شعور کا لازمی تقاضا تسبیح ہے، مگر ان چیزوں کی تسبیح کو لوگ سنتے نہیں، اسی لئے قرآن کریم میں فرمایا وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ، اکثر سورتوں کے شروع میں سَبَّحَ بصیغۂ ماضی آیا ہے، صرف سورۂ جمعہ اور سورۂ تغابن میں بلفظ مضارع يُسَبِّحُ لایا گیا ہے، تغیر عنوان میں ایک بلاغت و لطافت بھی اس کا سبب ہو گئی ہے، وہ یہ کہ صیغۂ ماضی قطعیت اور یقین پر دلالت کرتا ہے اس لئے اکثر وہی استعمال فرمایا اور صیغۂ مضارع کی دلالت استمرار و دوام پر ہے، دو جگہ اس فائدہ کے لئے صیغۂ مضارع استعمال فرمایا۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ، اُمّیین، اُمّی کی جمع ہے، ناخواندہ شخص کو کہا جاتا ہے، عرب کے لوگ اس لقب سے معروف ہیں، کیونکہ ان میں نوشت و خواند کا رواج نہیں تھا، بہت کم آدمی لکھے پڑھے ہوتے تھے، اس آیت میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت کے اظہار کے لئے خاص طور پر عربوں کے لئے یہ لقب اختیار فرمایا، اور یہ بھی کہ جو رسول بھیجا گیا وہ بھی انہی میں سے ہے یعنی اُمّی ہے، اس لئے یہ معاملہ بڑا حیرت انگیز ہے کہ قوم ساری اُمّی اور جو رسول بھیجا گیا وہ بھی اُمّی، اور جو فرائض اس رسول کے سپرد کئے گئے جن کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے وہ سب علمی تعلیمی اصلاحی ایسے ہیں کہ نہ کوئی اُمّی ان کو سکھا سکتا ہے اور نہ اُمّی قوم اُن کو سیکھنے کے قابل ہے۔

یہ صرف حق تعالیٰ جل شانہ کی قدرت کاملہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہی ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے جب تعلیم و اصلاح کا کام شروع فرمایا تو انہی اُمّیین میں وہ علماء اور حکماء پیدا ہو گئے جن کے علم و حکمت، عقل و دانش اور ہر کام کی عمدہ صلاحیت نے سارے جہان سے اپنا لوہا منوا لیا،

بعثتِ نبوی کے تین مقصد يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین وصف نعمائے آلہیہ کے ضمن میں بتلائے گئے ہیں، ایک تلاوتِ آیاتِ قرآن، یعنی قرآن پڑھ کر اُمّت کو سنانا، دوسرے اُن کو ظاہری اور باطنی ہر طرح کی گندگی اور نجاست سے پاک کرنا جس میں بدن اور لباس وغیرہ کی ظاہری پاکی بھی داخل ہے، اور عقائد و اعمال اور اخلاق و عادات کی پاکیزگی بھی، تیسرے تعلیم کتاب و حکمت۔

یہ تینوں چیزیں اُمّت کے لئے حق تعالیٰ کے انعامات بھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد بھی۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ، تلاوت کے اصل معنی اتباع و پیروی کے ہیں، اصطلاح میں یہ لفظ کلام اللہ کے پڑھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور آیات سے آیاتِ قرآن کریم مراد ہیں، لفظ عَلَيْهِمْ سے یہ بتلایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک منصب اور مقصدِ بعثت یہ ہے کہ آیاتِ قرآن لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں۔

آیت مذکورہ میں بعثتِ نبوی کا دوسرا مقصد يُزَكِّيْهِمْ بتلایا ہے، یہ تزکیہ سے مشتق ہے جس کے معنی پاک کرنے کے ہیں، بیشتر معنوی اور باطنی پاکی کے لئے بولا جاتا ہے، یعنی کفر و شرک اور بُرے اخلاق و عادات سے پاک ہونا اور کبھی مطلقاً ظاہری اور باطنی پاکی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، یہاں بظاہر یہی عام معنی مراد ہیں۔

تیسرا مقصد يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، کتاب سے مراد قرآن کریم اور حکمت سے مراد وہ تعلیمات و ہدایات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا عملاً ثابت ہیں، اسی لئے بہت سے حضرات مفسرین نے یہاں حکمت کی تفسیر سنت سے فرمائی ہے۔

ایک سوال و جواب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بظاہر ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ تلاوت کے بعد تعلیم کا ذکر کیا جاتا اس کے بعد تزکیہ کا، کیونکہ ان تینوں وظائف کی ترتیب طبعی یہی ہے کہ پہلے تلاوت یعنی تعلیم الفاظ پھر تعلیم معانی، اور ان دونوں کے نتیجے میں اعمال و اخلاق کی درستی جو تزکیہ کا مفہوم ہے، مگر قرآن کریم میں یہ آیت کئی جگہ آئی ہے، اکثر جگہوں میں ترتیب بدل کر تلاوت اور تعلیم کے درمیان تزکیہ کا ذکر فرمایا ہے۔

روح المعانی میں اس کی یہ کیفیت بتلائی ہے کہ اگر ترتیب طبعی کے مطابق رکھا جاتا تو یہ تینوں چیزیں مل کر ایک ہی چیز ہوتی جیسے معالجات کے نسخوں میں کئی دوائیں مل کر مجموعہ ایک ہی دوا کہلاتی ہے، اور یہاں اسی حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ یہ تینوں چیزیں الگ الگ مستقل نعمتِ خداوندی ہیں اور تینوں کو الگ الگ فرائض رسالت قرار دیا گیا ہے، اس ترتیب کے بدلنے سے اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔

اس آیت کی مکمل تفسیر و تشریح بہت سے اہم مسائل و فوائد پر مشتمل سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے اس کو دیکھ لیا جائے، معارف القرآن جلد اول صفحہ ۲۷۲ سے ۲۸۴ تک یہ مضامین آئے ہیں۔

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، آخرین کے لفظی معنی "دوسرے لوگ"۔ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے معنی جو ابھی تک اُن لوگوں یعنی اُمّیین کے ساتھ نہیں ملے، مراد ان سے وہ تمام مسلمان ہیں جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے، (کمارُوی عن ابن زید و مجاہد وغیرہما) اس میں اشارہ ہے کہ قیامت تک آنے والے مسلمان سب کے سب مؤمنین اولین یعنی صحابہ کرام ہی کے ساتھ ملحق سمجھے جائیں گے، یہ بعد کے مسلمانوں کیلئے بڑی بشارت ہے (روح)

لفظ آخَرِيْنَ کے عطف میں دو قول ہیں، بعض حضرات نے اس کو اُمِّيّٖنَ پر عطف قرار دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ بھیجا اللہ نے اپنا رسول امیین میں اور ان لوگوں میں جو ابھی اُن سے نہیں ملے، اس پر جو یہ شبہ ہوتا ہے کہ امیین یعنی موجودین میں رسول بھیجنا تو ظاہر ہے، جو لوگ ابھی آئے ہی نہیں ان میں بھیجنے کا کیا مطلب ہوگا، اس کا جواب بیان القرآن میں یہ دیا ہے کہ ان میں بھیجنے سے مراد ان کیلئے بھیجنا ہے، کیونکہ لفظ فِيْ عربی زبان میں اس معنے کے لئے بھی آتا ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اٰخَرِيْنَ کا عطف يُعَلِّمُهُمْ کی ضمیر منصوب پر ہے، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دیتے ہیں امیین کو بھی اور اُن لوگوں کو بھی جو ابھی اُن کے ساتھ ملے نہیں۔ (اختارہ فی المظہری)

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۂ جمعہ آپؐ پر نازل ہوئی، (اور آپؐ نے ہمیں سُنائی) جب آپ نے یہ آیت پڑھی وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ، تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جن کا ذکر آخَرِيْنَ کے لفظ سے کیا گیا ہے، آپؐ نے اس وقت سکوت فرمایا، مکرر سکرر سوال کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسیؓ پر رکھ دیا (جو اُس وقت مجلس میں موجود تھے) اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا ستارہ کی بلندی پر بھی ہوگا تو ان کی قوم کے کچھ لوگ وہاں سے بھی ایمان کو لے آئیں گے (مظہری)

اس روایت میں بھی اہل فارس کی تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ اتنا ثابت ہوا کہ یہ بھی آخَرِيْنَ کے مجموعہ میں داخل ہیں، اس حدیث میں اہل عجم کی بڑی فضیلت ہے (مظہری)

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا، اَسفار، سِفر بکسر سین کی جمع ہے، بڑی کتاب کو کہا جاتا ہے، سابقہ آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت اُمیین میں ہونا اور آپؐ کی بعثت کے تین مقاصد کا ذکر جن الفاظ میں آیا ہے، پچھلی آسمانی کتاب توراۃ میں بھی آپؐ کا ذکر تقریباً انہی الفاظ و صفات کے ساتھ آیا ہے، جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی آپؐ پر ایمان لے آتے، مگر ان کو دنیا کے جاہ و مال نے توراۃ کے احکام سے اندھا کردیا اور باوجود توراۃ کا علم ہونے کے عمل کے اعتبار سے ایسے ہوگئے جیسے بالکل جاہل ناواقف ہوں، اُن لوگوں کی مذمت مذکورہ آیت میں اس طرح کی گئی کہ یہ لوگ جن پر تورات لادی گئی تھی، یعنی اُن کو بے مانگے اللہ کی یہ نعمت دیدی گئی تھی، مگر انھوں نے اس کے اٹھانے کا حق ادا نہ کیا یعنی تورات کے احکام کی پروا نہ کی، ان کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے کی پشت پر علوم و فنون کی بڑی بڑی کتابیں لادی جاتی ہیں، یہ گدھا اُن کا بوجھ تو

اٹھاتا ہے مگر ان کے مضامین کی نہ اس کو کچھ خبر ہے نہ اُن سے کوئی فائدہ اس کو پہونچتا ہے، یہود کا بھی یہی حال ہے کہ دنیا سازی کے لئے تورات تو لئے پھرتے ہیں اور لوگوں میں اس کے ذریعہ جاہ اور اپنا مقام بھی پیدا کرنا چاہتے ہیں مگر اس کی ہدایات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔

عالم بے عمل کی مثال | حضرات مفسرین نے فرمایا کہ جو مثال یہود کی دی گئی ہے، یہی مثال اُس عالم دین کی ہے جو اپنے علم پر عمل نہ کرے ؎

نہ محقق بود نہ دانش مند چار پائے برو کتابے چند

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ یہود اپنے کفر و شرک اور ساری بداخلاقیوں کے باوجود یہ دعویٰ بھی رکھتے تھے نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ یعنی ہم تو اللہ کی اولاد اور محبوب ہیں، اور اپنے سوا کسی کو جنت کا مستحق نہ کہتے تھے بلکہ یوں کہا کرتے تھے لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا، گویا وہ آخرت کے عذاب سے اپنے آپ کو بالکل محفوظ و مامون سمجھتے اور جنت کی نعمتوں کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھتے تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ جس شخص کا یہ ایمان ہو کہ آخرت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے ہزاروں درجے افضل و بہتر ہیں اور دنیا میں ہر وقت یہ بھی دیکھتا رہتا ہے کہ یہاں کی زندگی رنج و غم اور تکلیفوں سے اور محنتوں سے خالی نہیں اور بیماریاں بھی آتی ہی رہتی ہیں، اور اس کو یہ بھی یقین ہو کہ موت آتے ہی مجھے وہ عظیم اور دائمی نعمتیں ضرور مل ہی جائیں گی، تو اس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر اس میں ذرا بھی عقل و فہم ہے تو اس کے دل میں موت کی تمنا پیدا ہو اور وہ دل سے چاہے کہ موت جلد آجائے تاکہ دنیا کی مکدر اور رنج و غم سے بھری ہوئی زندگی سے نکل کر خالص راحت اور آرام کی دائمی زندگی میں پہونچ جائے۔

اس لئے آیت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی کہ آپؐ یہود سے فرمائیں کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ کہ ساری مخلوق میں تم ہی اللہ کے محبوب اور لاڈلے ہو اور تمہیں یہ خطرہ بالکل نہیں کہ آخرت میں تمہیں کوئی عذاب ہوسکتا ہے تو پھر عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تم موت کی تمنا کرو، اور اس کے مشتاق رہو۔

پھر قرآن نے خود ان کی تکذیب کردی اور فرمایا وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ یعنی یہ لوگ ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ اس کے کہ اُن کے ہاتھوں نے (آخرت کے لئے کفر و شرک اور اعمالِ بد) آگے بھیج رکھے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ آخرت میں ہمارے لئے عذاب جہنم کے سوا کچھ نہیں، اور یہ دعوے اللہ کے مقبول و محبوب ہونے کے بالکل جھوٹے ہیں جن کا جھوٹ ہونا خود اُن پر بھی واضح ہے، مگر دنیا کے کچھ فوائد حاصل کرنے کے لئے ایسے دعوے کرتے ہیں، اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر موت کی تمنا ظاہر کردی تو وہ ضرور قبول ہوجائے گی اور ہم

مر جائیں گے، اس لئے فرمایا کہ وہ ہرگز ایسی تمنا نہیں کر سکتے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس وقت ان میں کوئی موت کی تمنا کرتا تو اسی وقت مر جاتا (روح)

موت کی تمنا جائز ہے یا نہیں یہ بحث مفصل سورۃ بقرہ میں گذر چکی ہے، حدیث میں موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ کسی شخص کو دنیا میں یہ یقین کرنے کا حق نہیں ہے کہ وہ مرتے ہی جنت میں ضرور جائے گا، اور کسی قسم کے عذاب کا اس کو خطرہ نہیں تو ایسی حالت میں موت کی تمنا کرنا اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بہادری جتانے کا مرادف ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ، یعنی یہود جو اس دعوے کے باوجود موت کی تمنا سے گریز کرتے ہیں اس کا حاصل موت سے گریز کرنا اور بھاگنا ہے، ان کو آپ فرما دیں کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تو آ کر رہے گی، اس وقت نہیں تو پھر بعد چند روز کے، اس لئے موت سے فرار بالکلیہ کسی کے بس ہی میں نہیں۔

اسباب موت سے فرار کے احکام جو چیزیں عادۃً موت کا سبب ہوتی ہیں، اُن سے فرار مقتضائے عقل بھی ہے، مقتضائے شرع بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھکی ہوئی دیوار کے نیچے سے گذرے تو تیزی کے ساتھ نکل گئے، اسی طرح کہیں آگ لگ جائے وہاں سے نہ بھاگنا، عقل و شرع دونوں کے خلاف ہے، مگر وہ فرار من الموت جس کی مذمت آیت مذکورہ میں وارد ہوئی ہے اس میں داخل نہیں، جبکہ عقیدہ سالم ہو اور یہ جانتا ہو کہ جس وقت موت آجائے گی تو میرا بھاگنا مجھے بچا نہ سکے گا اگر چونکہ اس کو معلوم نہیں کہ یہ آگ یا زہر یا کوئی دوسری مہلک چیز متعین طور پر میری موت اس میں لکھدی گئی ہے، اس لئے اس سے بھاگنا فرار من الموت جو مذموم ہے اس میں داخل نہیں۔

باقی رہا طاعون یا وبا جس بستی میں آجائے اس سے بھاگنا یہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کی تفصیلات کتب فقہ و حدیث میں مذکور ہیں وہاں دیکھی جا سکتی ہیں، اور تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے ذیل میں بھی اُس پر کافی بحث کر کے مسئلہ کو واضح کر دیا ہے، یہاں اس کے نقل کی گنجائش نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا

اے ایمان والو! جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ

اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ

اور یاد کرو اللہ کو بہت سا تاکہ تمہارا بھلا ہو، اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ

لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ

تماشا متفرق ہو جائیں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جائیں کھڑا تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے

اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

تماشے سے اور سوداگری سے اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا۔

خلاصۂ تفسیر

اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز و خطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو اور خرید و فروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل مانعہ عن السعی کما فی رد المحتار) چھوڑ دیا کرو (اور تخصیص بیع کی بوجہ زیادہ اہتمام کے ہے کہ اس کے ترک کو فوت نفع سمجھا جاتا ہے) یہ (چل پڑنا مشاغل بیع وغیرہ کو چھوڑ کر) تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو (کیونکہ اس کا نفع باقی ہے اور بیع وغیرہ کا نفع فانی) پھر جب نماز (جمعہ کی) پوری ہو چکے (اور اگر ابتداء میں خطبہ مؤخر تھا تو نماز پورا ہونے سے مراد اس کا مع متعلقات کے پورا ہونا ہے، جس کا حاصل نماز اور خطبہ کا پورا ہو چکنا ہے) تو (اس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (یعنی اُس وقت دنیا کے کاموں کے لئے چلنے پھرنے کی اجازت ہے) اور (اس میں بھی) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو (یعنی اشغال دنیویہ میں ایسے منہمک مت ہو جاؤ کہ احکام و عبادات ضروریہ سے غافل ہو جاؤ) تاکہ تم کو فلاح ہو اور (بعضے لوگوں کا یہ حال ہے کہ) وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ جو چیز (از قسم ثواب و قرب) خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور (اگر اس سے افزونی رزق کی طمع ہو تو سمجھو کہ) اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے (اس کی طاعات ضروریہ میں مشغول رہنے پر رزق مقدر دیتا ہے، پھر کیوں اس کے احکام کو ترک کیا جائے)۔

معارف و مسائل

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ، یوم الجمعہ ، اس دن کو یوم جمعہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے اجتماع کا دن ہے ، اور آسمان و زمین اور تمام کائنات کی تخلیق جو حق تعالیٰ نے چھ دن میں فرمائی ہے ان چھ میں سے آخری دن جمعہ ہے جس میں تخلیق کی تکمیل ہوئی ، اسی دن میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے ، اسی روز میں اُن کو جنت میں داخل کیا گیا ، پھر اسی دن میں اُن کو زمین کی طرف اُتارا گیا ، اسی دن میں قیامت قائم ہوگی ، اور اسی دن میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں انسان جو بھی دُعاء کرے قبول ہوتی ہے یہ سب باتیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے اجتماع اور عید کا ہر ہفتہ میں یہ دن جمعہ کا رکھا تھا ، مگر پچھلی اُمتوں کو اس کی توفیق نہ ہوئی ، یہود نے یوم السبت (سنیچر کے دن) کو اپنا یوم اجتماع بنالیا ، نصاریٰ نے اتوار کو ، اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت کو اس کی توفیق بخشی ہے کہ انھوں نے یوم جمعہ کا انتخاب کیا ، (کما رواہ البخاری و مسلم عن ابی ہریرۃؓ ، ابن کثیر) زمانۂ جاہلیت میں اس دن کو "یوم عروبہ" کہا جاتا تھا ، سب سے پہلے عرب میں کعب بن لوئی نے اس کا نام جمعہ رکھا ، اور قریش اُس دن جمع ہوتے ، اور کعب بن لوئی خطبہ دیتے تھے ، یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانسو ساٹھ سال پہلے کا ہے۔

کعب بن لوئی ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں ، اُن کو حق تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی بت پرستی سے بچایا ، اور توحید کی توفیق عطا فرمائی تھی ، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خوش خبری بھی لوگوں کو سُنائی تھی ، قریش میں ان کی عظمت کا عالم یہ تھا کہ ان کی وفات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانسو ساٹھ سال پہلے ہوئی ، اسی سے اپنی تاریخ شمار کرنے لگے ، عرب کی تاریخ ابتداء میں بناء کعبہ سے لی جاتی تھی کعب بن لوئی کی وفات کے بعد اس سے تاریخ جاری ہوگئی ، پھر جب واقعۂ فیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے سال میں پیش آیا تو اس واقعہ سے عرب کی تاریخ کا سلسلہ جاری ہوگیا ، خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کا اہتمام عرب میں قبل از اسلام بھی کعب بن لوئی کے زمانہ میں ہوچکا تھا ، اور اس دن کا نام جمعہ رکھنا بھی انہی کی طرف منسوب ہے (مظہری)

بعض روایات میں ہے کہ انصار مدینہ نے قبل از ہجرت فرضیتِ جمعہ نازل ہونے سے پہلے اپنے اجتہاد سے جمعہ کے روز جمع ہونے اور عبادت کرنے کا اہتمام کر رکھا تھا ، (کما رواہ عبدالرزاق باسناد صحیح عن محمد بن سیرینؒ ، از مظہری)

نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ ، نداء صلوٰۃ سے مراد اذان ہے ، اور مِنْ یَّوْمِ الجمعہ بمعنی فی یوم الجمعہ ہے ، فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ، سعی کے معنی دوڑنے کے بھی آتے ہیں اور کسی کام کو اہتمام کے ساتھ کرنے کے بھی ، اس جگہ یہی دوسرے معنی مراد ہیں ، کیونکہ نماز کے لئے دوڑتے ہوئے آنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ، اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب نماز کے لئے آؤ تو سکینت اور وقار کے ساتھ آؤ ، آیت کے معنی یہ ہیں کہ جب جمعہ کے دن جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو ، یعنی نماز و خطبہ کے لئے مسجد کی طرف چلنے کا اہتمام کرو ، جیسا دوڑنے والا کسی دوسرے کام کی طرف توجہ نہیں دیتا ، اذان کے بعد تم بھی کسی اور کام کی طرف بجز نماز و خطبہ کے توجہ نہ دو (ابن کثیر) ذِکْرِ اللّٰہِ سے مراد نماز جمعہ بھی ہوسکتی ہے اور خطبہ جمعہ جو نماز جمعہ کے شرائط و فرائض میں داخل ہے وہ بھی اس لئے مجموعہ دونوں کا مراد لیا جائے یہ بہتر ہے (مظہری وغیرہ)

وَذَرُوا الْبَیْعَ ، یعنی چھوڑ دو بیع (فروخت کرنے کو) صرف بیع کہنے پر اکتفاء کیا گیا اور مراد بیع و شراء (یعنی خرید و فروخت) دونوں ہیں ، وجہ اکتفاء کی یہ ہے کہ ایک کے چھوٹنے سے دوسرا خود بخود چھوٹ جائے گا ، جب کوئی فروخت کرنے والا فروخت نہ کرے گا تو خرید والے کے لئے خریدنے کا راستہ ہی نہ رہے گا۔

اس میں اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اذان جمعہ کے بعد جو خرید و فروخت کو اس آیت نے حرام کر دیا ہے اس پر عمل کرنا تو بیچنے والوں اور خریداروں سب پر فرض ہے ، مگر اس کا عملی انتظام اس طرح کیا جائے کہ دُکانیں بند کر دی جائیں تو خریداری خود بخود بند ہوجائے گی ، اس میں حکمت یہ ہے کہ گاہکوں اور خریداروں کی تو کوئی حد و شمار نہیں ہوتی اُن سب کے روکنے کا انتظام آسان نہیں ، فروخت کرنے والے دُکاندار متعین اور معدود ہوتے ہیں ان کو فروخت سے روک دیا جائے تو باقی سب خرید سے خود رُک جائیں گے ، اس لئے ذَرُوا الْبَیْعَ میں صرف بیع چھوڑ دینے کے حکم پر اکتفاء کیا گیا۔

فائدہ :- اذان جمعہ کے بعد سارے ہی مشاغل کا ممنوع کرنا مقصود تھا جن میں زراعت تجارت ، مزدوری سبھی داخل ہیں ، مگر قرآن کریم نے صرف بیع کا ذکر فرمایا ، اس سے اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے مخاطب شہروں اور قصبوں والے ہیں ، چھوٹے دیہات اور جنگلوں میں جمعہ نہیں ہوگا ، اس لئے شہروں اور قصبوں میں جو مشاغل عام لوگوں کو پیش آتے ہیں ان کی ممانعت فرمائی گئی وہ بیع و شراء کے ہوتے ہیں ، بخلاف گاؤں والوں کے کہ ان کے مشاغل کاشت اور زمین سے متعلق ہوتے ہیں ، اور باتفاقِ فقہاءِ اُمت یہاں بیع سے مراد فقط فروخت کرنا نہیں بلکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی طرف جانے کے اہتمام میں مخل ہو وہ سب بیع کے مفہوم میں داخل ہے اس لئے

اذانِ جمعہ کے بعد کھانا پینا، سونا، کسی سے بات کرنا، یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہیں، صرف جمعہ کی تیاری کے متعلق جو کام ہوں وہ کئے جاسکتے ہیں۔

اذانِ جمعہ شروع میں صرف ایک ہی تھی جو خطبہ کے وقت امام کے سامنے کہی جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پھر صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسی طرح رہا، حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی، اور اطراف مدینہ میں پھیل گئے، امام کے سامنے والی خطبہ کی اذان دور تک سنائی نہ دیتی تھی، تو عثمان غنیؓ نے ایک اور اذان مسجد سے باہر اپنے مکان زوراء پر شروع کرادی، جس کی آواز پورے مدینہ میں پہونچنے لگی، صحابہ کرام میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اس لئے یہ اذان اول باجماع صحابہ شروع ہوگئی اور اذان جمعہ کے وقت بیع و شراء وغیرہ تمام مشاغل حرام ہوجانے کا حکم جو پہلے اذان خطبہ کے بعد ہوتا تھا اب پہلی اذان کے بعد سے شروع ہوگیا، کیونکہ الفاظ قرآن (نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ) اس پر بھی صادق ہیں، یہ تمام باتیں حدیث و تفسیر اور فقہ کی عام کتابوں میں بلا اختلاف مذکور ہیں۔

اس پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے کہ جمعہ کے روز ظہر کے بجائے نمازِ جمعہ فرض ہے، اور اس پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ نمازِ جمعہ عام پانچ نمازوں کی طرح نہیں اس کے لئے کچھ مزید شرائط ہیں، پانچوں نمازیں تنہا بلا جماعت کے بھی پڑھی جاسکتی ہیں، دو آدمی کی بھی جماعت ہے اور جمعہ بغیر جماعت کے ادا نہیں ہوتا، اور جماعت کی تعداد میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، اسی طرح نماز پنجگانہ ہر جگہ دریا، پہاڑ، جنگل میں ادا ہوجاتی ہے، مگر جمعہ جنگل، صحرا میں کسی کے نزدیک ادا نہیں ہوتا، عورتوں، مریضوں، مسافروں پر جمعہ فرض نہیں، وہ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھیں، جمعہ کس قسم کی بستی والوں پر فرض ہے اس میں ائمۂ فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک جس بستی میں چالیس مرد احرار، عاقل، بالغ بستے ہوں اس میں جمعہ ہوسکتا ہے اس سے کم میں نہیں، امام مالکؒ کے نزدیک ایسی بستی کا ہونا ضروری ہے جس کے مکانات متصل ہوں اور اس میں بازار بھی ہو، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہو جس میں گلی کوچے اور بازار ہوں اور کوئی قاضی حاکم فیصلہ معاملات کے لئے ہو، مسئلہ اور اس کے دلائل کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، حضرات علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھ کر سب کچھ واضح کردیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور فَاسْعَوْا باتفاق جمہور امت عام مخصوص البعض ہے، علی الاطلاق ہر مسلمان پر جمعہ فرض نہیں، بلکہ کچھ قیود و شرائط سب کے نزدیک ہیں، اختلاف صرف شرائط کی تعیین میں ہے، البتہ جہاں فرض ہو اُن کے لئے اس فرض کی بڑی اہمیت و تاکید ہے،

ان لوگوں میں بلا عذر شرعی کوئی جمعہ چھوڑدے تو احادیث صحیحہ میں اُس پر سخت وعیدیں آئی ہیں، اور نمازِ جمعہ اس کے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرنے والوں کے مخصوص فضائل و برکات کا وعدہ ہے۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ، سابقہ آیات میں اذانِ جمعہ کے بعد بیع و شراء وغیرہ کے تمام دنیوی امور کو ممنوع کردیا گیا تھا، اس آیت میں اس کی اجازت دیدی گئی کہ نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد تجارتی کاروبار اور اپنا اپنا رزق حاصل کرنے کا اہتمام سب کرسکتے ہیں۔

جمعہ کے بعد تجارت وکسب میں برکت

حضرت عراک بن مالک رضی اللہ عنہ جب نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر باہر آتے تو دروازۂ مسجد پر کھڑے ہو کر یہ دعا کرتے تھے؛

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَجَبْتُ دَعْوَتَکَ وَصَلَّیْتُ فَرِیْضَتَکَ وَانْتَشَرْتُ کَمَآ اَمَرْتَنِیْ فَارْزُقْنِیْ مِنْ فَضْلِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (رواہ ابن ابی حاتم، از ابن کثیر)

یعنی یا اللہ میں نے تیرے حکم کی اطاعت کی اور تیرا فرض ادا کیا اور جیسا کہ تو نے حکم دیا ہے نماز پڑھ کر میں باہر جاتا ہوں تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تو تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اور بعض سلفِ صالحین سے منقول ہے کہ جو شخص نمازِ جمعہ کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر مرتبہ برکات نازل فرماتے ہیں، (ابن کثیر)

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ، یعنی نمازِ جمعہ سے فارغ ہوکر کسب معاش تجارت وغیرہ میں لگو، مگر کفار کی طرح خدا سے غافل ہوکر نہ لگو، عین خرید و فروخت اور مزدوری کے وقت بھی اللہ کی یاد جاری رکھو۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَاۨ انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ، اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو جمعہ کا خطبہ چھوڑ کر تجارتی کام کی طرف متوجہ ہوگئے تھے، امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبۂ جمعہ نمازِ جمعہ کے بعد دیا کرتے تھے جیسا کہ عیدین میں اب بھی یہی معمول ہے، ایک جمعہ کے روز یہ واقعہ پیش آیا کہ نمازِ جمعہ سے فارغ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، کہ اچانک ایک تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ کے بازار میں پہونچا، اور ڈھول باجہ وغیرہ سے اس کا اعلان ہونے لگا، اس وقت نمازِ جمعہ سے فراغت ہوچکی تھی، خطبہ ہو رہا تھا، بہت سے حضرات صحابہ بازار چلے گئے اور آپ کے ساتھ تھوڑے سے حضرات رہ گئے جن کی تعداد بارہ بتلائی گئی ہے (یہ روایت ابو داؤد نے مراسیل میں بیان فرمائی ہے) بعض روایاتِ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ

پر فرمایا کہ اگر تم سب کے سب چلے جاتے تو مدینہ کی ساری وادی عذاب کی آگ سے بھر جاتی (رواہ ابویعلی، ابن کثیر)
امام تفسیر مقاتل کا بیان ہے کہ یہ تجارتی قافلہ دحیہ بن خلف کلبی کا تھا، جو ملک شام سے آیا تھا، اور تجارِ مدینہ میں اس کا قافلہ عموماً تمام ضروریات لے کر آیا کرتا تھا، اور جب مدینہ کے لوگوں کو اس کی آمد کی خبر ملتی تھی تو سب مرد و عورت اس کی طرف دوڑتے تھے، یہ دحیہ بن خلف اس وقت تک مسلمان نہ تھے بعد میں داخلِ اسلام ہوئے۔

اور حسن بصریؒ اور ابو مالکؒ نے فرمایا کہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مدینہ میں اشیاء ضرورت کی کمی اور سخت گرانی تھی (تفسیر مظہری)، یہ اسباب تھے کہ حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بڑی جماعت تجارتی قافلہ کی آواز پر مسجد سے نکل گئی، اول تو نماز فرض ادا ہو چکی تھی، خطبہ کے متعلق یہ معلوم نہ تھا کہ جمعہ میں وہ بھی فرض کا جزء ہے، دوسرے اشیاء کی گرانی، تیسرے تجارتی قافلہ پر لوگوں کا ٹوٹ پڑنا، جس سے ہر ایک کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ دیر کروں گا تو اپنی ضروریات نہ پا سکوں گا۔

بہرحال ان اسباب کے تحت صحابہ کرام سے یہ لغزش ہوئی جس پر حدیث مذکور میں وعید کے الفاظ آئے کہ سب کے سب چلے جاتے تو اللہ کا عذاب آجاتا، اسی پر عار دلانے اور تنبیہ کرنے کے لئے آیت مذکورہ نازل ہوئی، اِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً، اور اسی کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے معاملے میں اپنا طرز بدل دیا کہ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ دینے کا معمول بنا لیا، اور یہی اب سنت ہے (ابن کثیر)

آیت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اُن لوگوں کو بتلا دیں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس تجارت اور ڈھول ڈھماکہ سے بہتر ہے جس میں آخرت کا ثواب تو مراد ہے ہی یہ بھی بعید نہیں کہ نماز و خطبہ کی خاطر تجارت و کسب معاش کو چھوڑنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں بھی خاص برکات نازل ہوں، جیسا کہ اوپر سلف صالحین سے بروایت ابن کثیر نقل کیا گیا ہے ؛

تمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ
یَوْمَ الْخَمِیْسِ ۲۶ جُمَادَی الْاُوْلٰی ۱۳۹۱ھ

سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ

سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّۃٌ وَّہِیَ اِحْدٰی عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّفِیْہَا رُکُوْعَانِ

سورۃ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ ۘ وَاللّٰہُ

جب آئیں تیرے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہے اللہ کا ، اور اللہ

یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ①

جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے ، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ،

اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَہُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّہُمْ سَآءَ

انھوں نے رکھا ہے اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ بُرے کام

مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِکَ بِاَنَّہُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی

ہیں جو کر رہے ہیں ، یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر مہر لگ گئی

قُلُوْبِہِمْ فَہُمْ لَا یَفْقَہُوْنَ ③ وَاِذَا رَاَیْتَہُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُہُمْ ؕ

ان کے دل پر سو وہ اب کچھ نہیں سمجھتے ، اور جب تو دیکھے اُن کو تو اچھے لگیں تجھ کو اُن کے ڈیل ،

وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِہِمْ ؕ کَاَنَّہُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ

اور اگر بات کہیں سنے تو اُن کی بات کیسے ہیں جیسے کہ لکڑی لگا دی دیوار سے ، جو کوئی چیخے جانیں